Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

آدابِ جاں سوزی

تسنیم منیر علوی

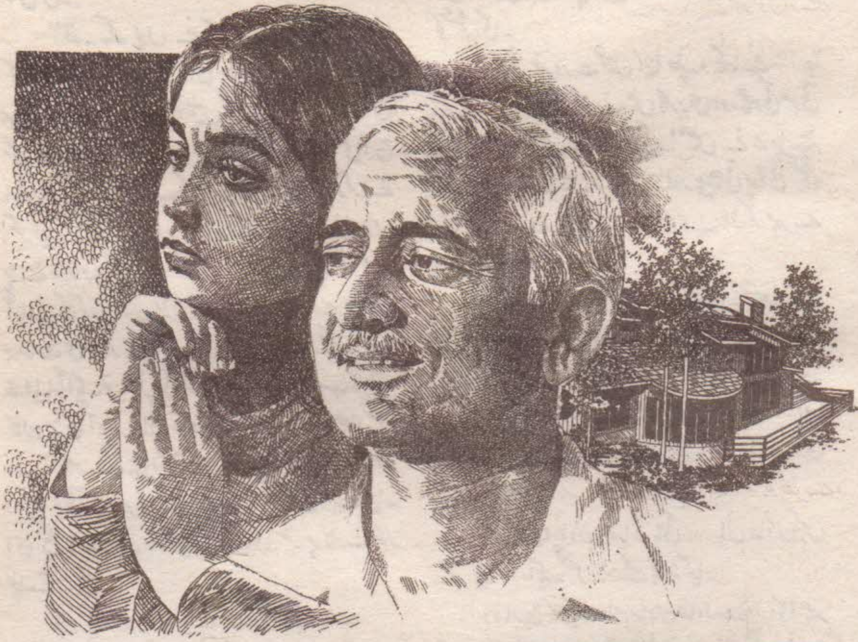

''بابا جلدی اندر آئیں بارش ہونے والی ہے، گھٹائیں گِھر گِھر کر آ چکی ہیں۔'' ٹپ، ٹپ بوندوں کا جلترنگ شروع ہوا۔ فضا میں سوندھی مٹی کی خوشبو اڑی۔ میری آواز پر بابا نے تیزی سے اپنی کرسی اور کتاب لے کر اندر کی طرف دوڑ لگائی، میں بھی مدد کے لیے ساتھ ہی لپکی...... اور اب بادل ٹوٹ کے برس پڑے۔ بابا نے ٹیرس کے شیڈ میں آ کر ایک بلند و بانگ نعرہ لگایا۔

www.urdupalace.com

''ارے شبانہ کہاں ہو، آج تو تمہاری بیٹی نے موسمیات کو شکست سے دوچار کردیا۔'' میں نے بابا کو اندر لاؤنج میں لا کر سہارے سے بٹھایا۔ کپڑوں پر پڑی بوندوں کو جھاڑا۔

''بابا آپ اس بات پر حیران نہ ہوں۔'' اب میں قالین پر آلتی پالتی مار کر اُن کے گھٹنوں سے لگی بیٹھی تھی۔

''قصہ کچھ یوں ہے کہ جب ہم چھوٹے ہوا کرتے تھے تو ہماری نانی امی جب کبھی نیلے آسمان پر بہت دور، دور اونچائی پر چیلیں اُڑتے دیکھتیں اور حبس بھی بہت ہوتا تو ہاتھ سے اشارہ کرتیں۔ دیکھو مشی آج بارش ہوگی تو ہم بھی آپ کی طرح حیرت کا اظہار کرتے مگر ایک گھنٹے کے اندر اندھیرا چھا جاتا، بادل برس پڑتے اور وہ جھل تھل مچتی اور سارے بچے نظیر اکبر آبادی کی کورس میں پڑھی نظم ''کیا کیا مچی ہے یاروں برسات کی بہاریں'' لہک لہک کر گانے لگتے۔ اُف خدایا بابا! ایک تو بارش کی گرج چمک پھر ہم سب کا شور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی۔ چھپا چھپ چھلانگیں مارتے چھوٹے بچے، کاغذ کی ناؤ بنا بنا کر پانی میں چھوڑ دیتے کوئی کہتا میری کشتی پہلے پار کر گئی میں جیت گیا۔ اسی چیخ و پکار میں بارش تو تھم جاتی مگر پرنالے شور مچاتے رہتے۔

بچپن کی امیری نہ جانے کہاں کھو گئی دوست

جب بارش کے پانی میں میرے بھی جہاز چلا کرتے تھے

تو بابا آج نانی امی کا گُر آزمایا اور وہ کامیاب ثابت ہوا۔'' ابھی میں سانس لینے کو رکی ہی تھی کہ بابا نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے روکا۔

''یہ سب تو ٹھیک ہے مگر برسات کی اصل بہار اور اس کے لوازمات کہاں ہیں، برسات تو اس کے بغیر ادھوری ہے۔'' پھر میری طرف شوخی سے دیکھا۔

''اوہ ہاں...... ٹھیک تو ہے بابا۔'' اور میں اندر سرپٹ بھاگی...... کہ امی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

''ذرا دیکھ کے کیا بولائی، بولائی پھر رہی ہو۔'' اب جو سامنے نظر پڑی تو امی ٹرالی میں پکوڑے، سموسے، چٹنی سجائے (نازک سی ٹی کوزی سے ڈھکی کیتلی جو نفاست سے کشیدہ کاری سے آراستہ تھی) خراماں، خراماں چلی آرہی تھیں، دھانی چنری میں ان کا اترا اترا سا رنگ حسن سوگوار کا سماں پیش کررہا تھا۔

''آپ بابا کے پاس بیٹھیں، میں ٹرالی لے کر آتی ہوں۔'' میں نے اپنے نمبر بڑھانے کی ایک ادنی سی کوشش کی۔

''کوئی ضرورت نہیں اپنا حلیہ دیکھا ہے...... جا کے کپڑے بدلو، گیلے کپڑوں میں پھر رہی ہو، چھوئی موئی تو ہو۔ ابھی چھینکیں مار رہی ہوگی۔'' میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلایا۔ اور پیشانی پر آئی گیلی لٹ کو جھٹکے سے پیچھے کیا۔ چند بوندیں اڑ کر میرے چہرے سے ٹکرائیں۔

''اونہہ جانے امی کیسے بابا کے دل کے بھید جان لیتی ہیں اور میرے بھی دل کا چور فوراً بھانپ لیا۔ اُف ایک تو یہ مائیں...... ابھی ہم سوچ رہے ہوتے ہیں اور وہ کر گزرتی ہیں۔'' اور میں اچھا کہتی ہوئی پلٹی...... اور وہ پتی ورتا اپنی بیماری کے باوجود مجازی خدا کی خدمت میں جا پہنچیں۔

مگر میں اپنا درد چھپا نہ پائی...... بال بناؤں کس کے لیے...... ایک شخص جو مجھے چھوڑ گیا۔

وہ مارچ کا ایک عام سا دن تھا، زرد پتوں کا ڈھیر آمدِ بہار کا پتا دے رہا تھا۔ ٹہنیوں پر نئے شگوفے سر نکالے آنکھیں جھپکا رہے تھے۔ ایسے میں کاظم کی میری زندگی میں انٹری ہوتی ہے۔ امی کی کوئی پرانی دوست کینیڈا سے آئیں تو ہمارے گھر کاظم (اپنے بیٹے) کے ہمراہ آئیں...... اور مجھے فتح کر گئیں۔ انہوں نے تو کمال یہ کیا اسی وقت پیار سے مجھے سمیٹ لیا۔

''ارے فصیحہ یہ تو آج سے میری بیٹی بن گئی۔'' میں نے سامنے بیٹھے ایک خوش شکل و خوش جمال نوجوان کو دیکھا سو بر نفیس اور نک سک سے سجا میرے دل کے آنگن میں سما گیا۔ جلد ہی مجھے کاظم کے نام سے

www.urdupalace.com

وابستہ کر دیا گیا۔ وہ ایم ایس کرنے امریکا جا رہا تھا اس لیے اصرار ہوا کہ جلد از جلد نکاح کے بندھن میں باندھ دیا جائے تاکہ کاظم دو سال میں پیپرز تیار کر کے ساتھ دلہن لے جائے۔ بڑوں کی رضامندی سے یہ فرض بھی ادا ہوا۔ اب ہمارا تعلق اسکائپ اور موبائل تک محدود ہو کر رہ گیا۔ دوریاں یوں قربتوں میں بدل گئی تھیں مگر آپ سوچ سکتے ہیں نکاح کے فوراً بعد بچھڑنے اور سمجھانے کے دور سے دور ٹائم تو گزر جاتا کبھی وہ کہتا کہ ''ایک سال دیکھو گزر گیا۔ دوسرا بھی گزر جائے گا اب تم کاؤنٹ ڈاؤن شروع کرو کیلنڈر پر نشان لگا کر ہم کا آغاز کرو۔'' ہم کیسے کہتے کہ کچھ دل ہی جانتا ہے کہ کس طرح رو دھو کر ہم نے سال گزارہ بقول کسی کے رونا بھی ایک طرزِ گفتگو ہے۔ کیونکہ بعض اوقات ایک آنسو ساری کہانی کہہ جاتا ہے۔ مگر کاظم سے ہم اٹھلا کر کہتے ''ہم کیوں اپنا خوب صورت کیلنڈر برباد کریں'' اور کن انکھیوں سے دیکھتے کہ جنوری گزرنے پر سرخ مارکر سے کراس کا نشان ہم لگا چکے تھے۔ ''اچھا موبائل سے تصویر کھینچ کر کیلنڈر کی زیارت کراؤ......'' اور ہم بے اختیار آنکھوں میں آئے آنسو پونچھنے لگے۔

کس مسافت کے بعد پہنچا
تیرے رخسار پر تیرا آنسو

کاظم نے ایک دن میری سوگوار آواز پر یہ شعر پڑھا تو بے اختیار میرا ہاتھ اپنے گالوں پر جا پہنچا۔

اب دن تیزی سے گزر رہے تھے۔ دونوں گھرانے شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ ستمبر کا مہینہ بقول لوگوں کے ستمگر بن کر نازل ہوا۔ امی اور بابا باہر لان میں بیٹھے تھے گرمی شدید تھی پھر شاید گرمی ناقابلِ برداشت ہو گئی تو دونوں اندر آ گئے۔ جب ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں راہداری سے گزری تو بابا پریشانی کے عالم میں ایک ہاتھ سے گرتی ہوئی امی کو سنبھال رہے تھے اور دوسرے ہاتھ سے ریسیور تھامے کسی سے سوال و جواب کر رہے تھے۔

''اوہ...... اچھا...... نہیں ایسا کیسے ہو سکتا......اُف خدایا......'' اور زور سے ریسیور کریڈل پر دے مارا۔ میں دوڑ کر قریب پہنچی دونوں کی حالت دیکھ کر میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ جب ذرا بابا کے حواس بحال ہوئے تو وہ میری زندگی کا المناک لمحہ تھا۔ جب میرے گناہ گار کانوں نے سنا کہ کاظم اب ہم میں نہیں رہے...... پھر تو فون کالز موبائل میسج کا تانتا بندھ گیا۔ بعد کو یہ معلوم ہوا کہ واش روم میں سلپ ہو کر گرنے سے دماغ میں چوٹ آئی، بے ہوش ہو گئے فوری امداد نہ ملنے کی وجہ سے آکسیجن ختم ہو گئی۔ شام کو ساتھی نے دروازہ توڑا، پولیس آئی مگر میری دنیا اندھیر ہو چکی تھی۔ امی اس سانحے کے بعد دل کو روگ لگا بیٹھیں۔ میں نے یہ حالات دیکھ کر اپنے کو سنبھالا اور امی، بابا کی خاطر دوبارہ زندگی کی طرف لوٹنے کی کوشش میں مصروف ہو گئی۔ مگر لگتا تھا کہ ہم لوگ اندر سے ٹوٹ کر بکھر گئے ہیں...... امی اب ہارٹ اٹیک کے بعد بہت کمزور ہو گئی تھیں مگر بابا میری خاطر خود کو سنبھال رہے تھے۔ اور آج جب برسات میں مجھے یوں اجاڑ صورت دیکھا تو امی کہے بغیر نہیں رہ سکیں۔ اور میں تو امی کو بابا سے اتنا ٹوٹ کر پیار کرتے دیکھ کر اس سوچ میں تھی کہ ہم نے بھی تو ایسا ہی سوچا تھا کہ کاظم اور میں محبت کا تاج محل ایسے ہی تعمیر کریں گے۔ میرے والدین ایک مثالی جوڑا تھے خاندان، دوست احباب اور تمام جاننے والے حلقوں میں ان دونوں کو ہنسوں کے جوڑے کا خطاب ملا ہوا تھا۔

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
(ہم کس خیال میں ہیں اور آسمان کیا سوچ رہا ہے)

آج صبح سے دل کی دھڑکنوں پر کنٹرول نہیں، میں نے اور امی نے تو بابا کی خاطر دوبارہ خود کو مصروف کر لیا۔ کئی جگہ جاب کے لیے انٹرویو دے چکی ہوں۔

اس نے آوارہ مزاجی کو نیا موڑ دیا
پا بہ زنجیر کیا اور مجھے چھوڑ دیا
اس نے آنچل سے نکالی میری گم گشتہ بیاض
اور چپکے سے محبت کا ورق موڑ دیا

www.urdupalace.com

آفس جوائن کر کے ٹائم کافی پاس ہو جاتا۔ شام کو بابا اور امی کے پاس بیٹھ کر واپس اپنے کمرے میں جا گھستی۔ فرح میری سہیلی آج کل اپنے فائنل ایگزام میں مصروف ہے، اس کا میڈیکل کا آخری سال ہے تو اس کی شکل کو ترس گئی ہوں۔ اس کے بعد اس کی شادی ہے۔ جب بات کرو کہتی اب تم بھی اپنی زندگی کے بارے میں سوچو، تمہاری امی بہت فکر مند ہیں جب سے ان کے دل کا معاملہ ہوا ہے۔ مجھ سے کہتی رہتی ہیں۔ مشی کو سمجھاؤ کسی کی یاد کے سہارے زندگی نہیں گزاری جا سکتی...... اور میں سوائے اس کو جھڑکنے کے کچھ نہیں کر سکتی...... میں تو ہجر کے الاؤ میں دہک کر انگارہ بن گئی ہوں۔ فرح تو اپنے ایک ہینڈسم کزن کا بہت پہلے بھی ذکر کرتی رہتی تھی اور اب کاظم کے بعد تو باقاعدہ مہم چلائی ہوئی ہے مگر میں مسلسل انکار کرتی آ رہی ہوں۔ ٹھیک ہے کہ کسی کے جانے سے زندگی نہیں بدلتی مگر یہ بھی غلط نہیں کہ جینے کے انداز بدل جاتے ہیں۔ ابھی قدرت کو میرے کچھ امتحان اور درکار تھے امی جو سانس کی مریضہ تھیں اب دل کے دورے کے بعد بہت کمزور ہو گئی تھیں پھر کاظم کا یوں اچانک چلے جانا اس روز پھر انہیں سانس کا بہت زبردست اٹیک ہوا تھا۔ انہیلیر بھی یوز کرا دیا مگر پھر بھی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔ میں نے قریب جا کر ان کا سرہانہ اونچا کیا۔ اُف چہرے کا رنگ نیلا پڑ رہا تھا۔ شاید آکسیجن کی ضرورت ہے بابا آج اپنے بزنس کے سلسلے میں بزی تھے۔ میں نے بابا کو موبائل پر کال کی، بیل جاتی رہی اچانک دیکھا تو قریب تکیے کے پاس ان کا فون آنکھیں جھپکا رہا تھا۔ اوہ مائی گاڈ...... فون کے پاس ایمرجنسی نمبر چیک کیے شکر ہے ایدھی ایمبولینس کا نمبر مل گیا۔

ڈاکٹر نے جب مایوسی سے گردن ہلائی تو میری جان ہی نکل گئی...... بقول ان کے اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ سلسلے توڑ گیا وہ بھی جاتے جاتے...... میری متاعِ عزیز، میری ماں میرا ساتھ چھوڑ گئی۔

بابا تو امی کے بعد خشک خزاں رسیدہ پتے کی طرح بکھر گئے تھے۔ کبھی گھنٹوں گہری سوچ میں غرق رہتے...... کبھی امی کی وارڈ روب کھول کر کھڑے ہو جاتے۔ مجھے لگتا کہ اب ان کو خود سے باتیں کرنا شاید اچھا لگتا ہے۔ پہروں خود کلامی کرتے، دیواروں کو حسرت سے گھورا کرتے۔ راتوں کو اٹھ کر امی کو آوازیں دیتے "شبانہ...... شبانہ۔" پھر چیخ پڑتے میں دوڑ کر آتی، ان کو پانی پلاتی سکون آور دوا دیتی...... تو ذرا دیر کو سو جاتے۔ میں جو ستم بالائے ستم کے بعد زندگی کو گھسیٹ رہی تھی مجبور ہوئی کہ بابا کو سنبھالنا ہے ورنہ تو وہ غم سے حواس کھو بیٹھیں گے۔ میری مددگار فورس اب فرح ہی تھی اس سے اصرار کیا۔

"ابھی تمہارا ہاؤس جاب شروع نہیں ہوا تم کچھ دن میرے پاس آ جاؤ میں نے آفس سے ایک ہفتے کی چھٹی لے لی ہے۔" بابا کی حالت بہت خراب ہو گئی میرے ہینڈسم اور دلکش بابا کمزور اور لاغر ہوتے جا رہے تھے، دو مہینے سے خوراک مختصر ہو کر برائے نام رہ گئی۔ وہ بیچاری دوڑی چلی آئی...... اب ہم دونوں نے محاذ سنبھال لیا۔ کبھی وہ بہانے، بہانے سے پھل کھلاتی اور ایک دن تو خوشۂ انگور کو ایسے کمال سے ایک، ایک دانہ گھما، گھما کر کھلایا، یہ دیکھیں انکل...... یہ دانا بہت میٹھا ہے۔ اور پھر دو تین دانے اٹھا کر منہ میں ڈالتی کہ یہ اس سے بھی زیادہ رسیلا ہے۔ اسی طرح سے وہ روز کسی نہ کسی بہانے سے غذا کھلاتی رہی۔ پانچویں دن تک بابا بہت بہتری کی طرف آ گئے۔ فرح کی شوخی کیا بتاؤں کہ ایک پہاڑی دوشیزہ کی طرح معصوم اور الھڑ ہے بس صرف بغل میں ایک بکری کے بچے کی کسر باقی تھی۔ میڈیکل کالج میں سنا ہے کئی لڑکے مائل بہ کرم تھے...... مگر اظہارِ مدعا سے ڈرتے تھے...... یہ جب مزے، مزے لے کر ان ناکام عاشقوں کے قصے سناتی تو ہنستے، ہنستے بل پڑ جاتے۔ سنا ہے ایک عاشقِ نامراد پندرہ دن مسلسل صبح کالج جانے سے پہلے گیٹ پر ایک پھولوں کا گلدستہ رکھ جاتے تھے وہ تو خیر ہوتی فرح کی ہدایت پر گارڈ نے ایک دن مکمل مرمت کر دی جب جا کر سلسلہ

www.urdupalace.com

رکھا فرح اپنے کزن سے منسوب تھی اور ہاؤس جاب کے بعد شادی تھی۔ میں اکثر مذاق کرتی......

"توپ و خنجر لیے پھرتی ہو خودکش بمبار حسینہ کے قریب آنے کی کس جیالے کی ہمت ہے......" تو وہ کہتی۔

"یار پھونک، پھونک کر قدم رکھنا وہاں ہی سے سیکھا...... احتیاط لازم ہے۔ لوگ منکر نکیر ہوتے ہیں۔" میں تو اس کی شاعری سے عاجز ہوں۔ جانے کیسے شاعرانہ مزاج لڑکی میڈیکل جیسے شعبے میں جا گھسی۔ پھر یہ چپکے سے آنے والی بہار جانفزا اپنا جلوہ دکھا کر اپنے گھر سدھاری اور میں اپنے آفس کی طرف۔

بابا کے لیے پرانا خانساماں موجود تھا۔ صبح اٹھ کر ناشتا میں خود کرا کر ایک راؤنڈ لان کا لگواتی پھر پھل پاس رکھ کر کچھ اخبار اور میگزین قریب سجاتی اور آفس کے لیے نکل جاتی...... اب بابا کو بھی اپنے بزنس کی طرف مائل کرنا تھا جو یقیناً ایک مشکل کام تھا۔ مگر اس طرح تو بابا بیمار ہو جائیں گے...... مجھے گہری تشویش تھی۔ آج جب میں آفس سے واپس آئی تو شام ڈھل کر رات کی چادر اوڑھ رہی تھی۔ میں سیدھی بابا کی خواب گاہ میں پہنچی، اوہ ہو...... یہ ہی خواب گاہ.... جو آفٹر شیو لوشن اور قیمتی مسحور کن خوشبویات سے مہکا کرتی تھی۔ فرح جو گلدان سجا گئی تھی اس کے باسی پھولوں کی باس کمرے میں عجیب سا تاثر چھوڑ رہی تھی۔

"بابا...... بابا......" میں نے آواز دی، بے دلی سے آنکھیں کھولیں۔ "آپ آج ابھی تک اٹھے نہیں......" بڑی متاسفانہ آہ بھری۔

"بس دل نہیں چاہا...... کیا کرتا اٹھ کر تم بھی تو نہیں تھیں...... کس کے لیے اٹھوں......" میں نے جلدی سے پردے کھسکائے ...... ائیر فریشنر کا چھڑکاؤ کیا...... اور ان کو کمرے سے باہر لائی...... انہوں نے ماحول سے بالکل لاتعلقی اختیار کر لی تھی۔ بزنس چھوڑ کر صرف گھر کے ہو رہے تھے۔

"اب کیا کروں گا جی کر کس کے لیے کماؤں...... تم اپنا کماتی ہو...... مکان کا کرایہ آتا ہے۔ بینک میں تمہاری شادی کے خرچ کے علاوہ بھی اتنا ہے کہ زندگی بسر ہو ہی جائے گی...... باقی منیجر دیکھ تو رہے ہیں......" بڑے پژمردہ لہجے میں وہ بولے۔ "داد دیجیے کہ ہم جی رہے ہیں۔" اور آنسوان کے ملیح چہرے سے لڑھکنے لگے۔

"سنا ہے حشر میں دیدار ہوگا
تماشا کیا سرِ بازار ہوگا"

"بابا...... آپ کو میرا خیال نہیں؟" میں نے تاسف سے آہ بھری۔ "آپ کی خاطر جاب چھوڑ دیتی ہوں۔"

"اوہو بھئی ایسا میں نے کب کہا...... تم کیوں میرے لیے قید رہو تمہاری بھی کوئی زندگی ہے۔"

رات بستر پر لیٹے، لیٹے جانے کتنے لمحے بیت گئے۔ نیند کوسوں دور تھی۔ آنکھوں کی جھلملاتی قندیلیں بجھ چکی تھیں۔ گھڑیال نے تین بجے کا اعلان کیا...... دور کہیں کتے زور، زور سے بھونک رہے تھے۔ دل کا غم بڑھ کر آنکھوں سے بہہ نکلا۔ پہلے میرا چاہنے والا تنہا چھوڑ گیا۔ پھر میری غم گسار ماں تنہا کر گئی...... میں تو خاک بسر ہو گئی۔ اب مجھے الٹا بابا کو زندگی کی طرف لانا ہے۔ اتنے ستم اٹھاؤ گے کہ غم ہی بھول جاؤ گے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال ہے......

آج آفس سے واپسی پر گاڑی دغا دے گئی۔ بڑی مشکل سے راہ گیر نے دھکا لگا کر اسٹارٹ کی...... میری زندگی کی طرح گھر پہنچی تو نڈھال ہو چکی تھی۔ شام کی ناسمجھ ہوا کو کیا معلوم کہ کوزہ گر چاک پر اپنی مرضی نہیں چلا سکتے۔ جب تک اس کا ہاتھ گردن پر نہ ہو...... کوئی بھی سانچے میں ڈھال سکتا ہے۔ اب چاک کا پہیا جدھر گھوم رہا ہے ہم ادھر گھوم رہے ہیں، لان میں کھلے رنگ برنگے پھولوں نے بھی رنج گزیدہ ہی رکھا...... شکر ہے بابا واک سے میرے فوراً بعد داخل ہوئے۔

www.urdupalace.com

آج بابا نے پرانی سی ڈی لگا دی۔

اے محبت تیرے انجام پہ رونا آیا
جانے کیوں آج ترے نام پہ رونا آیا

امی کو یہ غزل بہت پسند تھی۔ زندگی میں چراغاں رکھنے والے جتنی تیزی سے زندگی میں داخل ہوتے ہیں اتنی ہی خاموشی سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ میں ونڈو گلاس کے ساتھ گال لگا کر ٹھنڈک کا احساس اندر اتارنا چاہ رہی تھی۔ پھر جانے کیوں بے بسی سے سامنے پڑے کشن کو دیوار پر دے مارا۔ برق رفتار غصہ رن وے پر جہاز کی رفتار کی طرح دوڑ رہا تھا کہ امی کی دیوار پر لگی تصویر کشن لگنے سے جھول پڑی...... پھر جیسے ہولے سے مسکرا اٹھی۔ جیسے کہہ رہی ہوں۔ ”کیا ایسے جیتے ہیں...... تم نے تو غم کو گلے سے لگا لیا۔ ابھی زندگی ختم نہیں ہوئی۔ تم اور تمہارے بابا میری محبت کی نشانی تمہارے پاس ہے دونوں...... یہ کیا کر رہے ہو اپنی زندگیوں کے ساتھ......“ میں پلٹ کر بابا کے پاس لپکی...... دیکھا راکنگ چیئر پر تصویرِ بتاں لیے...... ان کو تاک رہے ہیں۔ امی کی تمام پرانی تصویریں مونا لیزا جیسی ملکوتی مسکراہٹ بکھیرتی یادیں......

ہم شہرِ جاں میں آخری نغمہ سنا چکے
سمجھو کہ اب ہمارا تماشا تمام شد

زندگی کرنے کے لیے ہم دونوں کو ہی حوصلے کی ضرورت تھی بقول فرح۔ ”تم شادی کرو اور اوپر والے پورشن میں رہو...... کرایہ دار رخصت کرو، دیکھنا انکل کیسے ٹھیک ہوتے ہیں۔ فی الحال انہیں ان کے گولف کے پرانے دوستوں کے پاس لے جاؤ کچھ روٹین بن جائے تو پھر تمہاری شادی کا معاملہ اٹھاتے ہیں۔ اسے سرد خانے میں تو پڑا نہیں رہنے دے سکتے ناں......“ وہ بالکل بڑے بوڑھوں کی طرح بات کر رہی تھی۔ فرح نے بات تو پتے کی کی تھی۔ سنڈے شام میں بابا کو گولف کورٹ لے گئی۔ وہاں پر پرانے گولف کے ساتھیوں سے مل کر بابا میں خوشگوار تبدیلی محسوس کی، سب سے گرم جوشی سے ملے۔ عبداللہ بھائی ایک ادھیڑ عمر بزنس مین تھے۔ ان کے ساتھ ایک طلاق شدہ بڑی طرح دار بیٹی بھی ہمراہ تھی۔ کاکا بھائی ”شیشے والا“ بھی اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ موجود تھے۔ یعنی بڑے، بڑے بزنس مینوں کا جمگھٹا موجود تھا۔ میرا بھی تعارف ہوا۔

”گیم ابھی شروع کرتے ہیں۔“ عبداللہ انکل اپنی توند کو گیلس میں پھنسائے آگے بڑھے۔ بابا کا ہاتھ پکڑا۔

”یار میں نے تو مہینوں سے اسٹک نہیں تھامی۔“ مگر وہ ان کو گھسیٹتے ہوئے ایک گرین سے دوسرے گرین لیے پھرے۔ ایک کیڈی ساتھ، ساتھ ریگ بیگ اٹھائے پھر رہا تھا۔ بال ہول میں جاتے ہی کیڈی لپک کر ہیلپ کرتا...... میں جب تک ان میک اپ زدہ خواتین کے ساتھ بیٹھنے پر مجبور ہوئی...... عجیب بیہودہ لباس، لمبے، لمبے ناخن، گہرے، گہرے چیپ رنگوں سے لبریز بڑے، بڑے نگینوں والی انگوٹھیوں کو گھما، گھما کر اسٹائل دکھاتیں یہ ماڈرن حسینائیں جانے کیا جتا رہی تھیں...... اور کیوں......؟ وہ تو کہیے بابا نے جلدی واپسی کی ہامی بھر لی...... راستے بھر ان دولتمندوں کا تمسخر اڑاتے رہے۔ مگر میں نے یہ غنیمت جانا کہ صبح کی واک اور ہفتے کی شام گولف سے بابا کی صحت پر اچھا اثر پڑا...... گریس فل تو وہ تھے ہی اب میں نے ان کے پرانے سیلون لے جا کر بال کلر کرا دیے تو مزید نکھر گئے۔ امی کے سامنے تو مجال نہیں کبھی ایک چاندی سی چمک بھی بالوں میں نظر آئے فوراً وہ ڈائی کے لیے اصرار کرتیں...... اب وہ نک سک سے تیار ہو کر زندگی کے ساتھ چلنے پر تیار ہو چکے تھے...... اکثر برج کی پارٹیاں بھی اٹینڈ کر لیتے...... جب وہ گھر سے گولف کے لیے نکلتے، میں جلدی سے سر پر ہیٹ جما دیتی...... تو بالکل جینٹلمین لگتے...... آج کل جانے پھر بابا کو کیا ہو گیا تھا...... موڈ بدلا ہوا

www.urdupalace.com

تھا...... پانچ دن گھر میں رہتے تو بولائے، بولائے پھرتے...... آج یوں بھی موسم سرد تھا۔ پردے کھسکا کر باہر جھانکا۔

"اوہ! آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ بجلیاں، چمکنے اور لپکنے کو تڑپ رہی ہیں...... شاید اب وقت آگیا ہے کہ فرح کی بات مان لی جائے۔" بابا عجیب و غریب تماشا کر رہے تھے میں تو ان کی خاطر زندگی داؤ پر لگا بیٹھی اب جاب بھی چھوڑ کر ان کے ساتھ، ساتھ تھی۔

"آج تم نے یہ کیوں پکایا...... میں تو کبھی یہ نہیں کھا سکتا۔" پھر پلیٹ زور سے کھسکائی۔ "تم ہی کھاؤ...... یہ ہاف فرائی انڈے تم نے کیسے بنائے ہیں زردی توڑ دی، نہیں کھا سکتا۔" پھر مجھے دیکھتے...... "کہیں کی تیاری ہو رہی ہے جب ہی جلدی میں سارا ناشتا خراب کر دیا......" بڑا ڈرامائی انداز آج انہوں نے اپنایا ہوا تھا...... پھر اپنے ریشمی گاؤن کی ڈوریاں کھولنے لگتے۔

"چلو میں بھی تمہارے ہمراہ ہی چلوں گا......" سپاٹ سا لہجہ...... میں شاکڈ رہ گئی۔

"بابا آج آپ کو کیا ہوا ہے...... روز ایسا ہی بریک فاسٹ کرتے ہیں...... اور سٹیں میں کہیں بھی نہیں جا رہی، آپ کو کہیں جانا ہو تو جائیں مگر پلیز میرے ساتھ تو ایسا روکھا رویہ نہ اپنائیں۔" میں نے تو بات رسانیت سے کی...... مگر اس پر تو ان کو ہمالیائی غصہ آچکا تھا۔

"ہاں تو تم یہ ہی چاہتی ہو کہ میں گھر چھوڑ دوں۔ تم کو آزادی سے گھومنے، دوستیاں کرنے اور موبائل پر گل چھرے اڑانے کا موقع مل جائے...... مگر ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ مجھے کچھ انتظام کرنا پڑے گا۔" پھر کرسی کو زور سے دھکا دیا اور پیر پٹختے ہوئے باہر نکل گئے۔ میں حیرت زدہ کھڑی آنکھیں جھپکا رہی تھی، آنسوؤں کے گولے گلے میں پھنس رہے تھے۔ اچانک بہت سے خوف ذہن میں لوٹ آئے...... کہیں بابا اپنے گولف کے لالچی ندیدے کیڈی یا وہ کا کا قسم کے عمر رسیدہ کے ساتھ میرا...... اُف خدایا یہ سوچ کر مجھے جھرجھری آگئی...... میں نے آگے بڑھ کر پانی کی بوتل نکالی اور غٹاغٹ پانی حلق میں انڈیل دیا...... اب مجھے پھر فرح کی مدد درکار تھی۔

"فرح تم فوراً کارروائی کرو...... کل تک اپنے کزن کو لے کر پہنچو ورنہ کوئی بھی طوفان آکر بہت بڑی تباہی سے مجھے دوچار کر سکتا ہے۔" بابا کے اس خود غرضانہ انداز نے مجھے غصہ تو بہت دلایا اور سوچا کہ مجھے بابا کی خاطر یہ کڑوا گھونٹ پینا ہی پڑے گا۔ میں تو to be, not to be میں الجھ کر رہ گئی، غصہ اور ترس کی ملی جلی کیفیت کا شکار ہو کر رہ گئی۔ جب وہ سرد موسم کی برسات میں گاڑی لے کر نکل گئے۔ تو تنہائی میں، میں نے زندگی کا ایک بہت بڑا فیصلہ کر لیا اور آرام سے ٹی وی کھول کر ایلفر ڈ ہچکاک کی شہرۂ آفاق فلم the birds دیکھنے لگی...... جانے فلم دیکھتے، دیکھتے اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے مجھ پر کسی نادیدہ قوت نے حملہ کر دیا...... میں ریموٹ پھینک کر بھاگی۔ سامنے سے آتے بابا سے ٹکراتے، ٹکراتے بچی...... پھر مجھے ایسا لگا کہ بابا کچھ مجھ سے کہہ رہے ہیں۔ میں نے اپنے حواس پر قابو پایا۔

"مشی جلدی آؤ، مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" بابا کی بات میں نے سنی ان سنی کر دی...... اور فون کی بیل کی طرف لپکی جو شاید کافی دیر سے بج رہی تھی۔ دوسری طرف فرح ہی تھی۔

"اب سب سیٹ کر دیا ہے، تم موبائل بھی نہیں چیک کر رہی ہو...... چلو تم کو موٹے توند والے بیوپاری اور عمر رسیدہ کیڈی سے بچانے کا پورا انتظام مکمل ہے۔ کل گھر پر رہنا۔ ہلکی سی تیاری بھی کر لینا آخر وہ سالوں بعد تمہیں دیکھے گا۔ پھر آکر معاملات سنبھالتی ہوں...... میرے ساتھ حماد اور ان کی ایک عدد آنٹی بھی ہوں گی۔ میں عاطف کے ساتھ موجود ہوں گی۔ لیکن تم بابا کو گھر...... میں رو کے

www.urdupalace.com

رکھنا...... او کے...... اور ہاں چہرے پر ہوائیاں نہ اڑ رہی ہوں...... ذرا پارلر کا ایک چکر لگا لینا۔''

شام ڈھل رہی تھی میں پارلر میں رش ہونے کی وجہ سے تھوڑی لیٹ ہو گئی...... فرح نے تو چھ بجے کہا تھا۔ سب آدھا گھنٹے پہلے ہی آ گئے...... کیونکہ گھر سے باہر دو تین گاڑیاں کھڑی میرا منہ چڑا رہی تھیں۔ حماد اور فرح کتنے افراد کے ساتھ حملہ آور ہو گئے کیا آج ہی نکاح پڑھوانے کا ارادہ ہے میں حواس باختہ سی اندر داخل ہوئی۔

''اوہ نو......'' یہاں تو دُنیا ہی بدلی ہوئی تھی...... سات آٹھ لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ سامنے ٹیبل پر فریش پھولوں کے ڈھیر ماحول کو خواب آگیں بنا رہے تھے۔ ڈارئنگ روم کی نیلگوں فضا میں تازہ پھولوں کی باس بسی تھی۔ بابا بوسکی کے شلوار سوٹ میں شاندار لگ رہے تھے۔ کاکا انکل، لطیف چاچا اور بابا کے برابر کاکا کی طلاق یافتہ بہن شافی زیرِ لب شرمگیں مسکراہٹ سجائے آراستہ و پیراستہ پھولوں کے گہنے سجائے بیٹھی تھیں۔ خود کو کسی پرستان کی شہزادی کی طرح سمجھ رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر بابا اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''آؤ، آؤ تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ تم موبائل یہاں ہی چھوڑ کر جانے کہاں چلی گئیں، رات بھی جلدی سو گئیں۔'' اور مجھے کندھے سے پکڑ کر کاکا کے قریب والی نشست پر بٹھا دیا۔ میں اطراف کا ماحول دیکھ کر سہم گئی۔ مجھے دور، دور تک حماد یا فرح کی فیملی نظر نہیں آ رہی تھی...... پھر سامنے بیٹھے مولوی صاحب سے کہا۔

''ہاں...... قاضی صاحب شروع کریں..... بسم اللہ......''

''اُف خدایا یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے...... اس وقت لحہ؟ موجود میں کوئی شخص بھی میرے لیے باپ کے برابر تو ضرور لگ رہے تھے مگر ان میں سے کوئی میرا شریکِ سفر نہیں ہو سکتا تھا۔'' میں نے سہم کر اپنی تمام قوتوں کو جمع کیا اور گھٹی، گھٹی سی آواز حلق سے برآمد ہو کر بہ مشکل نکلی...... سوالیہ انداز میں دیکھا۔

''بابا...... یہ سب کیا ہے، مجھے تو آپ نے کچھ نہیں بتایا...... پھر ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔'' میں نے اپنی جگہ سے اٹھنے کا ارادہ کیا مگر...... بابا کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''تم میرے لیے بہت فکر مند رہتی تھیں ناں...... تو آج تمہارے لیے ایک خوب صورت سرپرائز گفٹ ہے...... جی قاضی اسد اللہ صاحب..... بسم اللہ...'' میرے سارے جسم میں سنسنی پھیل گئی۔ پھر کانوں میں سیسہ ملی آواز گونجی......

''شگفتہ خاتون آپ کو ہاشم فاروقی بعوض پانچ لاکھ سکہ رائج الوقت نکاح...... قبول، قبول، قبول......'' اور میں شاید آگے کچھ سن نہ سکی۔ یقیناً ہوش میں نہ رہی تھی...... جب ہوش میں آئی تو فرح مجھے جھنجوڑ رہی تھی...... اور میں پھٹی، پھٹی آنکھوں سے...... سامنے بظاہر پریشان حال بابا اور ان کے قریب ان کی نئی نویلی دلہن کھڑی مجھے حیرت سے تک رہی تھیں۔ جانے بساطِ دل نے میرے ساتھ کیا چال چلی...... کہ فرح جیسی عقلِ کُل رکھنے والی بھی نہ سمجھ سکی کہ آخر معاملہ کیا ہے؟

''بابا بس آپ امی کو صرف اتنا ہی چاہتے تھے۔ چراغِ وفا جلا نہ سکے...... بابا، آپ کو تو ٹھیک طرح سے آدابِ جاں سوزی بھی نبھانا نہ آیا۔'' میں نے نڈھال ہو کر آنکھیں موند لیں۔ بابا کو میری نہیں، اپنی فکر نے پریشان رکھا...... اور ہم سب یہ سمجھتے رہے کہ وہ میرے لیے پریشان ہیں۔ شاید ہم ہی غافل ہو گئے تھے داستان کہتے، کہتے...... زندگی کی طرف تو انہیں میں ہی لائی، وہ تو یادوں کو دل سے لگا بیٹھے تھے...... یہ میں ہی تھی جو جاں سوزی میں جل رہی تھی ورنہ کوئی رشتہ بھی اپنی زندگی کے آگے ہیچ ہوتا ہے...... میری سوچوں کا دھارا بدل رہا تھا...... اور...... اور میں ڈوب، ڈوب کر ابھر رہی تھی۔

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com